دین اسلام میں دعوت کا مقام اور ہم

ایک لمحہ فکریہ

مولانا محمد کلیم صدیقی

یہ بات ہر مسلمان کے لئے سمجھنا اور اس کا شعور ہونا ضروری ہے کہ مسلمان محض ایک قوم کا نام نہیں ہے، اور مسلمان ہونے کا یہ تصور بالکل غیر اسلامی ہے کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہو جانے کو مسلمان کہتے ہیں، جیسے برہمن کے گھر میں پیدا ہونے والی اولاد برہمن اور گوجر کے گھر میں پیدا ہونے والے کو گوجر مانا جاتا ہے، اسی طرح جو شخص بھی مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اور وہ مسلمان کی اولاد ہو تو بس وہ مسلمان ہے، چاہے اس کے عقائد و اعمال کسی طرح کے ہوں، یقیناً یہ ایک غیر اسلامی نظریہ ہے، اگر یہ نظریہ اور اصول صحیح مان لیا جائے تو وہ صحابہ کرام جن کو خود قرآن مجید نے آئیڈیل اور رول ماڈل مسلمان قرار دے کر خود ان سے یہ خطاب کیا ہے:

فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا

(پس اگر وہ اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو، تو وہ ہدایت یاب ہیں)

وہ لوگ تو نعوذ باللہ اس اصول سے کسی طرح مسلمان نہیں قرار دیئے جا سکتے، کہ اکثر جلیل القدر صحابہ کرام جو معیار حق ہیں، کفار و مشرکین کے گھر میں پیدا ہوئے، اصل میں مسلمان صرف اور صرف اللہ کے قانون کی نظر میں اپنے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں اور ان کے طے کئے گئے قانون اسلام کے سامنے اپنے کو سپرد کر دینے اور اس کے سامنے اپنے اختیار سے دست بردار ہو جانے کا نام ہے، بقول شاعر:

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اس میں اس کی گنجائش نہیں کہ اسلام کو پھل بیچنے والے کی ٹھیلی سمجھ کر اپنی پسند کے پھل چن کر خرید لئے جائیں اور باقی چھوڑ دیئے جائیں، اس لئے مالک کائنات کا صاف صاف حکم ہے:

یا ایها الذین آمنوا ادخلو فی السلم کافة

اے ایمان والو، اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ

دوسری طرف یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ:

ما کان لمومن ولا لمومنة اذا قضی الله ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة

کسی مومن مرد یا عورت کے لئے نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو ان کو کوئی اختیار باقی رہے

ہوش سنبھالنے سے لے کر موت تک دن رات کی ہر گھڑی اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی میں اللہ کے قانون شریعت کے سامنے اپنی مکمل خود سپردگی کا نام مسلمانی ہے، اور اس احکام شریعت، اور اوامر و نواہی میں جو حکم، اور جس عمل کو قانون اسلام نے تدریج و ترتیب کے لحاظ سے جو مقام دیا اسے اسی مقام پر رکھنا اور ماننا اسلام ہے، اور بندگی اور عبادت ہے، یہ بندگی اور عبدیت انسان پر ہر وقت، زندگی کے ہر مرحلہ میں اور ہر حال میں فرض ہے اسلام یہ بھی طے کرتا ہے کہ عبادت اور عبدیت کا جزوی تصور اللہ کے قانون میں نہیں ہے کہ آدمی کسی وقت تو اللہ کا بندہ اور غلام ہے اور کسی وقت آزاد ہے، زندگی کے ایک مرحلہ اور شعبہ میں تو بندہ غلام اور اللہ کے قانون کا پابند ہے اور دوسرے مرحلہ، شعبہ اور وقت میں وہ آزاد ہے، ہر وقت، ہر حال، اور ہر مرحلہ میں پوری غلامی اور پابندی کا نام مسلمانی ہے، اس لئے: ادخلوا فی السلم کافۃ کا مطالبہ اور حکم کیا گیا ہے۔

یہ بندگی، عبدیت اور مکمل تصدیق و خود سپردگی ہی انسان کو دارین کی فلاح اور اپنے خالق و مالک کے حضور تقرب اور مقبولیت عطا کرنے کا واحد ذریعہ ہے، اس لئے ہوش مندی اور دانش مندی کی بات یہ ہے کہ اگر انسان واقعی اپنے رب کی خوش نودی و رضا حاصل کرنا اور اس کی بارگاہ عالی میں تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو

آدھا تیتر اور آدھا بٹیر نہ بنے اور منافقین کی طرح **لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء**، دھوبی کا کتا نہ گھر کا گھاٹ کا، بننے کے بجائے رحمٰن ورحیم رب کی طرف سے منتخب، پسند فرمودہ دین رحمت کے تمام اوامر ونواہی کے احکام میں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان احکام میں قائم کردہ حکیمانہ ورحیمانہ ترتیب وتدریج کا لحاظ کرتے ہوئے، خود سپردگی کی جائے اور ان احکام کے کسی حکم کی ترتیب کو الٹ پھیر کرنے اور ان کے مقام ودرجہ کو کم زیادہ کرنے کے بجائے ان کے سامنے من وعن سر تسلیم خم کیا جائے۔

اگر ان احکام، اوامر ونواہی کو، اپنی پسند کے مطابق کچھ کو مانے کچھ کو نہ مانے اور قانون اسلام نے ان کا جو مقام درجہ اور ترتیب طے کی ہے، اس سے ہٹ کر یا الٹ کر مانا جائے تو یہ اللہ کی بندگی اور قوانین اسلام کو ماننا نہیں بلکہ منوانا کہلائے گا، جس کی پاداش میں بنو اسرائیل مسلسل ذلت اور شکست کے گڑھے میں ڈالے جاتے رہے، اور اللہ کے غضب کے مستحق ہوتے رہے، مخبر صادق المصدوق نبی رحمت ﷺ نے اس سلسلہ میں ایک اصولی بات ارشاد فرمائی ہے:

ان اللہ تعالیٰ قال: من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب، وما تقرب الیّ عبدی بشئی احب الی مماافترضتہ ومایزال عبدی یتقرب الی بالنفوافل حتی احبہ، (رواہ البخاری)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، تو میں اس کے لئے اعلان جنگ کرتا ہوں، میرا بندہ مجھ سے کسی چیز کے ذریعہ قریب نہیں ہوتا ہے، جتنا ان چیزوں سے ہوتا ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں، اور میرا بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں

خالق کائنات، مالک الملک، احکم الحاکمین کے قانون میں سب سے زیادہ مہتم بالشان، اور تقرب حاصل کرنے والے اعمال میں سب سے زیادہ اہمیت ان اعمال کو ہے جو اللہ تعالی کے قانون میں فرض قرار دیئے گئے، نوافل ان فرائض کی ادائیگی میں کمی کو پورا کرنے کے لئے ہیں، ان فرائض کا درجہ نوافل سے بہت زیادہ ہے، فرائض ونوافل کے اجر وثواب، اور ان سے تقرب الی اللہ حاصل کرنے اور ان کی تدریج کے فرق کو سمجھنے کے لئے یہ سمجھ لینا چاہئے، بلکہ احادیث شریفہ میں یہ بات آتی ہے کہ رمضان المبارک میں تمام اعمال کا اجر وثواب بڑھ جاتا ہے، نوافل کا ثواب فرضوں کے برابر، اور فرائض کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، علماء اور شارحین حدیث نے یہاں ستر فرضوں کے برابر ہی نہیں بتایا ہے، بلکہ ستر بار ضرب کر کے دو دونہ چار، چار چوک سولہ، اس طرح ستر بار بھی کہا ہے، یوں بھی عربی میں ستر کی گنتی کا لفظ بے نہایت زیادتی کے لئے آتا ہے، نوافل کے مقابلہ میں اجر وثواب اور اہمیت کے لحاظ سے فرائض کی اہمیت قانون اسلامی میں بے نہایت زیادہ ہے۔

اور تمام فرائض میں جو اسلام نے ایک مسلمان پر قبول اسلام کے بعد عائد کئے ہیں جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان میں کار دعوت سب سے پہلا فریضہ ہے، قافلہ اہل حق کے، صدر نشیں وسر خیل کارواں، شیخ الحدیث ام المدارس دار العلوم دیوبند اپنے دروس وملاقات میں بہت زور دے کر فرماتے ہیں کہ وہ پانچ ارکان اسلام جن پر اسلام کی بنیاد ہے، یعنی ان تمام فرائض میں جن میں سے ہر ایک فرض کو دوسرے سنن ونوافل پر قانون اسلام کی تدریج کے لحاظ سے سبعین مرۃ کی اہمیت وفضیلت حاصل ہے ان میں یہ پانچ فرائض ایسے ہیں جن کو ارکان اسلام قرار دیا ہے، گویا اسلام کی پوری عمارت ان ارکان پر قائم ہے، ان ارکان میں پہلا رکن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ہے، حضرت فرماتے ہیں، کہ لا الہ الا اللہ کی شہادت یہ ایمان قبول کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ غیر مسلموں میں ایمان کی دعوت دینا ہے، حضرت وضاحت فرماتے ہیں کہ شہادت دی ہی جاتی ہے منکرین کے سامنے، ماننے والوں اور تسلیم کرنے والوں کے سامنے گواہی کی ضرورت نہیں ہوتی، حضرت قرآن مجید سے بھی اپنے اس قول کی تائیدی آیات پیش فرماتے ہیں:

ملة ابیکم ابراهیم هو سماکم المسلمین

یعنی تمارا نام مسلمان رکھاہی اسی لئے ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے بندوں کوکلمہ کی شہادت دلائی تم لوگوں کواس کلمہ کی شہادت دلاؤ۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی اہمیت کوایک روایت میں اورواضح فرمانے کے لئے اسلام کوایک خیمہ سے تشبیہ دی اورفرمایا کہ اس خیمہ کا درمیان والا رکن شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور باہر کے چاروں ارکان،صلوٰۃ،زکوٰۃ،حج اور روزہ ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے واضح فرمایا کہ درمیان والا رکن اتنا اہم ہے کہ اس کے بغیر خیمہ قائم ہی نہیں ہوسکتا،باہر والے چاروں رکن ایسے ہیں کہ ان میں کوئی ایک نہ ہو یا کمزور ہوتو خیمہ تو قائم ہو جائے گا مگر اس طرف سے ناقص ہوگا۔

غیر ایمان والے لوگوں میں ایمان کی دعوت کی اہمیت اس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ ان فرائض میں بھی جن کوتقرب الی اللہ حاصل کرنے میں دوسرے سنن ونوافل میں مقابلہ میں بے نہایت سبعین مرۃ اہمیت حاصل ہے،ان فرائض میں بھی ارکان اسلام کا مقام رکھنے والے فرائض میں اس کومرکزی اوراول مقام حاصل ہے

اس کے باوجود یہ پہیلی ہے کہ ہماری مسلمانی اوراسلام میں، ارکان اسلام کے سامنے کتنی خودسپردگی ہے،اور ہماری مسلمانی کیسی مسلمانی ہے کہ عوام الناس کی بات تو دور کی ہے خواص امت اور مقتدایان امت میں بھی اس دعوت کوعلمی لحاظ سے کچھ تھوڑا بہت مقام حاصل ہوتو ہو،عملا نوافل کے درجہ میں بھی اس کی ترغیب کا رواج نہیں ،تو یہ قانون اسلام کے سامنے خودسپردگی اور مسلمانی اوراللہ کے قانون کے سامنے سرتسلیم خم کرنا ہے یا اپنے رواج اور مزاج کے مطابق احکم الحاکمین کے قانون اسلام کومنوانا ہے۔

یہ ایک بہت ہی فکر کی بات ہےاوراہم ترین لمحہ فکریہ،جس پر سرجوڑ کرغور کرنے کی ضرورت ہے،اور یہ امت مسلمہ کواس کی سرداری اور خیرامت کا مقام پرواپس لانے کے لئے امت کواس کے فرض منصبی پرکھڑا کرنے کے لئے ضروری ہے۔